رُباعیاتِ قدسی

فِکر

حضرت مرشدِ عالم سید اسد الرحمٰن قدسی

اعلیٰ اللہ مَقامہُم

مرتّبہ

سید افتخار حسین ناطقؔ

ایم۔اے۔ایل ایل بی (علیگ)

چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمہُ البیان

پیش لفظ

حضرت اقدس سیّد اسد الرحمٰن قدسی مدظلہٗ کی عظیم شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کا شمار دنیا کے اُن ممتاز روحانی پیشواؤں میں ہے جن کی تمام تر زندگی کا انحصار ریاضت، مجاہدہ، اسرارِ طریقت و معرفت پر ہے۔ جن کا وجود خود ایک سرچشمۂ فیض ہے جس کی فیضیابی کے لئے کوئی تخصیصِ خاص و عام نہیں۔ آپ کی شاعری آپ کی روحانی زندگی کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے اپنی قلبی واردات کے اظہار سے جو ہمارے شعروادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے اس کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے مبارک کلام کے تین مجموعے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۸ء تک مختلف اوقات میں شائع ہوئے اور اپنی بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے بہت جلد بازار سے نایاب ہو گئے۔ آج ہمارے شعروادب کا یہ بیش بہا خزانہ نایاب ہے۔ چند رُباعیات دستیاب ہوسکی ہیں جو انتخاب کی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ غزلیات اور

دیگر کلام کی فراہمی کے لئے پُر خلوص کوشش جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ فراہم ہونے پر جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اصنافِ سخن میں سب سے مشکل اور اہم صنف رُباعی ہے۔اس کے اوزان و بحور مخصوص اور سب سے جُدا ہیں۔جن کو سمجھنا اور نبھانا ایک معمولی شاعر کے اختیار کی بات نہیں، اس میں بڑے فنی سلیقہ اور احتیاط کے ساتھ مواد اور ہیئت کے امتزاج کو قائم رکھنا پڑتا ہے۔اس میں شک نہیں کہ قدیم شعراء کے یہاں جو بیان کا سلیقہ اور فنی رچاؤ ہے اُس سے آج کے بیشتر شعراء محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رُباعی کے میدان میں اُن کی فنّی ناپختگی رُباعی اور قطعہ کی حدِّ فاصل کو قائم نہیں رکھ سکی، اور بیشتر قطعات رُباعیات کے ذیل میں نظر آتے ہیں۔ یہ لغزش بظاہر معمولی ہے مگر اس کی تلافی کوئی نکتہ آفرینی، خوش فکری اور بلند خیالی نہیں کر سکتی۔

رُباعی اپنے اختصار اور فنی حُسن و تاثر کے لحاظ سے غزل سے بہت قریب ہے مگر اس میں غزل کی طرح تسلسلِ خیال کا فقدان نہیں۔ وہ اپنی فطری لچک سے جزو کو کُل میں سمو دینے کی بجائے کُل کو جزو میں مدغم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس میں اس درجہ جامعیت ہے کہ مختلف خیالات کے اظہار کا وسیلہ آسانی سے بن

جاتی ہے۔ رُباعی وحدتِ فکر اور تسلسلِ بیان کے اعتبار سے نظم سے ملتی جُلتی ہے اس لئے زبان وفن پر مکمّل عبور، نظم وغزل پر یکساں قدرت، جذبات کی فراوانی، فکر ونظر کی گہرائی اور اندازِ بیان کی ندرت کے بغیر ایک معیاری رُباعی کی تخلیق مشکل ہے۔ اور جب یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے تو ان تمام خصوصیات کے حسین امتزاج سے رُباعی ایک مکمّل پیکرِ حُسن بن کر سامنے آتی ہے اور دِلوں کو موہ لیتی ہے۔

حضرت محترم کا کلام ایک عارفانہ کلام ہے، جس میں مشاہدۂ حق بھی ہے مشاہدۂ حُسن بھی اور مخصوص نظر میں مشاہدۂ حیات بھی۔ آپ کی رُباعیوں میں جو عارفانہ اور حکیمانہ رنگ کا حسین امتزاج ہے وہ شاید ہی کسی اور شاعر کے یہاں اس خوب صورتی اور شدومد کے ساتھ مل سکے۔ اظہارِ بیان میں جو اعتماد کی کیفیت جھلکتی ہے وہ بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے پاکیزہ تاثرات روایتی نہیں بلکہ آپ کی روحانی زندگی کا عکسِ جمیل ہیں۔ زبان کی سلاست و روانی، جذبہ کی صداقت، فکر کی وحدت، ندرتِ تخیل، شوخیِ مضمون، تشبیہات و استعارات کی شگفتگی آپ کے کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ جن سے آپ کی رُباعیات آراستہ و پیراستہ ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ چار مصرعوں کی چھوٹی سی دُنیا میں ایک جہانِ معنیٰ آباد ہے۔ حمد، نعت، معرفت، پند ونصائح، اخلاقی درس، حسن وعشق، طعن وتشنیع، دنیا کی

بے ثباتی اور وقت کے تقاضے سب کچھ موجود ہیں۔ جن سے نہ صرف آپ کی قادر الکلامی کا پتہ چلتا ہے بلکہ آپ کی زبردست روحانی ژخصیت کو سمجھنے میں خاطر خواہ مدد ملتی ہییہ۔ آپ کی ہر رُباعی چشمِ بصیرت کی ایسی روشنی ہے جو لازوال ہے۔ خیابانِ ادب کی ایسی بہار ہے جس پر خزاں اثر انداز نہیں ایک دل نواز لَے ہے جو انسانی دل و دماغ کو کیفیاتِ حق و معرفت، سلوک و طریقت سے سرشار کرتی ہے۔ ایک بیکراں سمُندر ہے جس کے سکون میں لہریں اور لہروں میں سکون ہے۔

اُمّید ہے کہ اہلِ نظر و اربابِ ذوق ان رُباعیات کے مطالعہ سے طبیعت میں شگفتگی، نظر میں بصیرت اور دل میں حقیقی سکون محسوس کریں گے اور اِس انتخاب کو وہ اہمیت دیں گے جو اس کا حق ہے۔

افتخار ناطقؔ
ایم۔اے۔ایل ایل بی
(علیگ)

آستانۂ قُدسی
بھون (جہلم)
یکم مارچ ۱۹۶۴ء

۱

کس منہ سے بیاں ہو وصفِ شانِ معبود
ممکن نہیں ہو سکے تجلّی محدود
کیا جلوۂ حق ہے آشکارا قدسیؔ
جس سمت نظر اُٹھا کے دیکھو موجود

۲

وہ رحمتِ ذوالجلال پائی میں نے
جس کی نہ کہیں مثال پائی میں نے
کیوں ناز نہ ہو اپنے مقدر پہ مجھے
کیا دولتِ لازوال پائی میں نے

۳

سرکارِ دو عالم ہیں خلائق کے امام
پروازِ ملائک سے بھی اونچا ہے مقام
یہ شان یہ رُتبہ کِس نے پایا قدسیؔ
پہنچا دیا مخلوق کو خالق کا پیام

۴

عالم تِرا مدح خواں ہے اللہُ غنی
گھر گھر یہی داستاں ہے اللہُ غنی
قدسیؔ کو نوازا ہے نوازش نے تری
کیا رحمتِ بیکراں ہے اللہُ غنی

۵

سرکارِ دو عالم ہیں کہ مہرِ تاباں
اصحاب ستاروں کی طرح سے رَخشاں
ازواجِ مطہرات ماں مسلم کی
اور آلِ نبی سے ہے منوّر ایماں

٦

ذی رُتبہ نہ سر بلند بن کر آئے
جو آئے وہ مستمند بن کر آئے
دربارِ مدینہ ہے مقاصد کی کلید
اس در پہ تو درد مند بن کر آئے

۷

انوارِ الٰہی کا تجلّی دیکھو
افلاک پہ تاروں کا نکھرنا دیکھو
محفل میں فرشتوں کی بھی پہنچو قدسیؔ
اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھو

۸

روحانی مقاموں کو نہ پایا تو نے
اس مادّی عالَم ہی کو دیکھا تو نے
مانا کہ خدائی کا خلاصہ ہے تو
خود اپنی حقیقت کو نہ سمجھا تو نے

۹

یہ لغزشِ گفتگوئے مستانۂ عِشق
یہ شورشِ ہاؤ ہوئے دیوانۂ عِشق
مثلِ آئینہ دل ہے محوِ حیرت
یہ تابشِ جلوہ' سُوئے ویرانۂ عِشق

۱۰

ہاں عِشق کو سینہ سے لگا لے قدسیؔ
دل نور سے معمور بنا لے قدسیؔ
ہر سانس میں آواز ہو اللہ اللہ
خوشبو یہی رَگ رَگ میں بسا لے قدسیؔ

۱۱

دل میں جو ذرا گداز پَیدا کر لوں
ذوقِ ہوس نماز پَیدا کرلوں
خود میری جبیں ہو سجدہ گاہِ عالم
اے کاش سرِ نیاز پَیدا کر لوں

۱۲

کرنا ہے تو اپنی آنکھ بینا کر لو
توبہ کر لو گنہ سے توبہ کر لو
ہو جائیں گی مشکلیں کسی دن آساں
اپنے اللہ پر بھروسہ کر لو

۱۳

میرے اللہ نے ہی غفّاری کی
سچ تو یہ ہے کہ ناز برداری کی
خالق کے سوا کسے بناؤں معبود
امید رکھیں نہ بُت پرستاری کی

۱۴

اے شمع تجلّی ترا پروانہ ہوں
تو حُسن ہے اور میں ترا دیوانہ ہوں
بن جاؤں نہ کیوں شعلہ میں خود ہی قدسیؔ
خورشید کی تابش سے تو بیگانہ ہوں

۱۵

صد رونقِ بزمِ شادمانی تو ہے
تسنیم کی کیف زا روانی تو ہے
ہر برگ و گلِ تر ہے تجھی سے رنگیں
ہاں، گلشنِ قدرَت کی جوانی تو ہے

۱۶

حل جس کا نہیں کوئی وہ مشکل ہوں میں
مضمون اناالعبد کا حامِل ہوں میں
ہر چیز مرے سامنے آئینہ ہے
اپنی ہی تجلّی کے مقابل ہوں میں

۱۷

دلدادہ و دل فگار ہم ہیں ہم ہیں

باسینۂ داغدار ہم ہیں ہم ہیں

ہم رونقِ کوہ و دشت، ہم زیبِ چمن

رنگینیٔ صد بہار ہم ہیں ہم ہیں

۱۸

اس درجہ تجلّی نے نوازا مجھ کو

ہر چیز دکھاتی ہے تماشا مجھ کو

ذرّہ سے نمودار ہے دنیائے طلسم

قطرہ میں نظر آتا ہے دریا مجھ کو

۱۹

ہر جام میں سُرور کس کا قدسیؔ
ہر پھُول میں ہے ظہور کس کا قدسیؔ
ہر شے میں کہاں سے آگئی تابانی
ہر ذرّہ میں ہے یہ نور کس کا قدسیؔ

۲۰

جب سے اُسے بے نقاب دیکھا مَیں نے
حائل نہ کوئی حجاب دیکھا مَیں نے
قدسیؔ یہ بصیرت کی فراوانی ہے
ہر ذرّہ میں آفتاب دیکھا مَیں نے

۲۱

ہر جلوہ ہے بے نقاب سبحان اللّٰہ
آنکھوں سے اُٹھے حجاب ما شاء اللّٰہ
دل میں مِرے شمعِ طُور ضَو گُستر ہے
اک ذرّہ ہے آفتاب اللّٰہ اللّٰہ

۲۲

ہر رنگ ہے ایک جلوہ میرا قدسیؔ
خوشبو ہے ہر اِک پسینہ میرا قدسیؔ
میں پَر توِ حُسنِ ذاتِ بے پروا ہوں
دُنیا ہے حَسین چہرہ میرا قدسیؔ

۲۳

ہر برگِ گلِ تر میں تماشا دیکھا
ہر قطرۂ شبنم میں بھی جلوہ دیکھا
ہر چیز پہ غور سے نگاہیں ڈالیں
ہر ذرّہ میں اک نور جھلکتا دیکھا

۲۴

گذرے ہیں بہت حکیم و دانا اب تک
لیکن نہ سمجھ میں راز آیا اب تک
ادراک کی کیا مجال پہنچے سرِ عرش
اپنا ہی نہ بھید جبکہ پایا اب تک

۲۵

اے کاش تمھاری بزم تک پہنچوں میں
سجدہ کروں نقش پا جو پا جاؤں میں
دل میں آتے ہو آنکھ میں بھی آجاؤ
کافر ہوں جو غیر کو کبھی دیکھوں میں

۲۶

ہرگز نہ تمنّاؤں سے بیگانہ بنے
چاہوں تو یہ دل رشکِ پری خانہ بنے
اس کعبہ کا سنسان ہی رہنا اچّھا
آباد یہ ہو جائے تو بت خانہ بنے

۲۷

اے حُسنِ سراپا ترا دیوانہ ہوں
تو شمع ہے اور میں ترا پروانہ ہوں
جل جائے نہ کیوں اپنے ہی شعلوں سے دل
میں عِشقِ حقیقی کا طپش خانہ ہوں

۲۸

ہر جلوہ تھا اک حسین جلوا مجکو
ہر شکل تھی مِثلِ شکلِ لیلیٰ مجکو
مَیں سامنے دُنیا کے رہا یوں قدسیؔ
دُنیا کی نگاہوں نے نہ دیکھا مجکو

۲۹

گذرا ہوں مہ و مہر کی دنیاؤں سے
بندوں سے مِلا کبھی نہ آقاؤں سے
چھایا ہوں ہر اک فضا میں قدسیؔ لیکن
سایہ کی طرح چلا نہیں پاؤں سے

۳۰

خوشبو سے مِری مہک اُٹھے لاکھ جہاں
ہیں پھر بھی حقیقتیں حقیقت میں نہاں
نسبت ہے تو کچھ برگِ حنا سے مجکو
ظاہر سے نہیں ہے رنگِ باطِن عُریاں

۳۱

خوشتر ہے تو حُسن کا فسانہ، سُن لو
دل کش ہے تو عِشق کا ترانہ، سُن لو
بس زیست کا لُطف ہے تو یہ ہے ورنہ
خود زیست ہے موت کا بہانہ، سُن لو

۳۲

وقفِ نگہ ناز ترا کیا کہنا
صرفِ غم غمّاز ترا کیا کہنا
ہیں حُسن کے انداز نمایاں تجھ میں
اے عشق فسوں ساز ترا کیا کہنا

۳۳

اے حُسنِ فسوں طراز بس کر بس کر
اے عِشقِ جنوں نواز بس کر بس کر
دل تھا وہ شکار ہو چکا پہلے ہی
اے چشمِ نشانہ باز بس کر بس کر

۳۴

عشاق کو سب خاک بسر دیکھتے ہیں
با حالِ تباہ و چشمِ تر دیکھتے ہیں
لیکن کوئی ان کا حال ہم سے پوچھے
جلوے نظر آتے ہیں جدھر دیکھتے ہیں

(۳۵)

یہ سچ ہے کہ باغِ حُسن لاثانی ہے
لیکن چمنِ عِشق بھی کب فانی ہے
کہتے ہیں اُسی کو دِل، وہی دِل، دِل ہے
جس دِل میں محبت کی فراوانی ہے

(۳۶)

جو درد ہے دِل میں وہ چمکنے والا
چھالا ہے جو دِل میں وہ ٹپکنے والا
مسرور ہوں پھر بھی ہر طرح میں قدسی
اِک دِن ہے گُلِ عِشق مہکنے والا

(۳۷)

جب دل میں بڑھے گا درد درماں ہو گا
سرمایۂ غم متاعِ ایماں ہوگا
صورت مری بن جائے گی اُن کی تصویر
یوں عِشقِ حسیں تر نمایاں ہو گا

(۳۸)

دنیا کا نہ مرتبہ نہ دولت اچھی
اچھی ہے اگر تو بس محبت اچھی
ہوں عشق کا دیوانہ، بہت اچھا ہوں
میری تو یہی خراب حالت اچھی

(۳۹)

جو سوزِ محبت سے جلے دل ہے وہی
جس میں ہو بیانِ حُسن محفل ہے وہی
یہ قول ہمارا یاد رکھنا قدسیؔ
جو عِشق میں دیوانہ ہو عاقل ہے وہی

(۴۰)

کچھ لوگ اسے شراب سمجھے قدسیؔ
کچھ لوگ اسے عذاب سمجھے قدسیؔ
سمجھا کرے جس کی جو سمجھ میں آئے
ہم عِشق کو آفتاب سمجھے قدسیؔ

۴۱

ممکن ہے کہ خار زار گلزار بنے
ممکن ہے کہ بے ثمر ثمردار بنے
آسان نہیں راہِ عشق طے کر لینا
جب تک نہ محبت میں دل افگار بنے

۴۲

بیتابیٔ دل کی پائمالی کردے
یعنی غم و اندوہ سے خالی کردے
دِکھلا کے نظر نواز جلوے اپنے
اے حُسن! دماغِ عشق عالی کردے

۴۳

آ، دل کو مرے وقفِ محبت کر دے
ہر رنج کو میرے حق میں راحت کر دے
افکارِ دو عالم سے مجھے دے کے نجات
دوزخ کو مرے واسطے جنت کر دے

۴۴

پردے سے اُنھیں سامنے لاؤں گا مَیں
برقعِ رُخِ روشن سے اُٹھاؤں گا مَیں
مشتاق ہو مشتاق بھی کامل مشتاق
پھر شمع سرِ طُور جلاؤں گا میں

(۴۵)

جو دل کہ محبت کا وطن بن جائے
زیبائشِ حُسن سے دُلہن بن جائے
عشاق کے داغہائے غم، کیا کہنا
کھِل جائیں جہاں یہ گُل چمن بن جائے

(۴۶)

جب عِشق نہیں تو ہوش کھونا کیسا
جب درد نہیں تو دل سے رونا کیسا
وحشت ہی نہیں تو کوہ وصحرا کِس کے
دامن ہی نہیں تو چاک ہونا کیسا

۴۷

اُمیدِ کرم میں ہاتھ اُٹھانا کیسا
ہر گام پہ پاؤں ڈگمگانا کیسا
یہ نالہ یہ آہ یہ فغاں کیا قدسیؔ
راہِ اُلفت میں لڑکھڑانا کیسا

۴۸

بے بادہ جو حاصِل ہو وہ مستی کیسی
بے رُوح نظر آئے وہ ہستی کیسی
وحشت میں خیاَلِ راہ و منزل کس کا
اے عقلِ غلط کوش! یہ پستی کیسی

(۴۹)

توقیر بڑھی ہے کیسی کیسی گِل کی
تعمیر بنی بِنائے غم پر دِل کی
کہتے ہیں اسے ہمّتِ مردانۂ عِشق
منزل ہی پہ لے گئی طلب منزل کی

(۵۰)

مطلوب، ہے ذوق بے نیازی کے لئے
طالب، شوق وفا طرَازی کے لئے
قدّسی غمِ عِشق ہے مقام رفعت
اورعقل ہے شانِ امتیازی کے لئے

۵۱

طالب، دُنیا میں ہے منانے کے لئے
دُنیا، طالب سے روٹھ جانے کے لئے
میں زیست سے اب تو ہاتھ اُٹھا کر قدسیؔ
بیٹھا ہوں اجل کو آزمانے کے لئے

۵۲

کہتا ہوں زباں سے کچھ تو ڈرتے ڈرتے
مضبوط ہوا ہوں ضبط کرتے کرتے
آئینۂ عبرت ہے مِرا دم قدسیؔ
دِل مار کے بچ گیا ہوں مرتے مرتے

۵۳

دِل میں مِرے پیچ و تاب آیا نہ گیا
جھگڑے کا مجھے حساب آیا نہ گیا
اس شان سے مَیں نے عُمر کاٹی قدسیؔ
گویا کہ کبھی شباب آیا نہ گیا

۵۴

مطلب کی صدا پر ہمہ تن گوش رہے
گویائی کے مضمون پہ خاموش رہے
دیکھا تو نہ دیکھنے کا منظر قدسیؔ
ہم ہوش میں آئے بھی تو مدہوش رہے

۵۵

برباد گئیں تمام آہیں میری
کھُل کھُل کے ہوئی ہیں بند راہیں میری
وہ آٹھ پہر سامنے آنکھوں کے رہے
پھر بھی نہ ہوئیں سیر نگاہیں میری

۵۶

مَیں نے نہ کیا نالۂ شب گیر کبھی
خاموش رہا ہر اک بلا بھی جھیلی
حتّٰی کہ اِسی حال میں دَم توڑ دیا
لیکن نہ کبھی زباں پہ اُف تک آئی

۵۷

ہے صِرف یہ قِسمت کی سیاہی میری
ہاں ہاں، یہ نہیں ہے کم نگاہی میری
گو پیار سے لاکھ بار دیکھا تم نے
کام اپنا کیئے گئی تباہی میری

۵۸

دَم بھر کی خوشی سے آہ بھرنا بہتر
ہر لحظہ خدا سے اپنے ڈرنا بہتر
بیکار ہے زندگی تمھاری قدسیؔ
جینے سے ہزار درجہ مرنا بہتر

۵۹

عبرت کا مقام ہے جہانِ محسوس
ہوتا ہے خموش صبحدم ہر فانوس
رہتا نہیں اس جہانِ فانی میں کوئی
افسانہ ہے آج قصّۂ دقیانوس

۶۰

ہوں کان تو سُن یہ اک کہانی قدسیؔ
ہے شمع سَحَر جہانِ فانی قدسیؔ
آنکھیں ہوں تو دیکھ لے جدھر جی چاہے
آغوشِ اجل ہے زندگانی قدسیؔ

٦١

ہو فکر تو عیش جاودانی کیلئے
یا کوئی دُعا ہو عُمرِ ثانی کیلئے
یہ کیا کہ شباب تو جنوں میں کھویا
روتے پھرتے ہیں اب جوانی کیلئے

٦٢

بچپن فانی تری جوانی فانی
فانی ہے تمام زندگانی فانی
اللہ سے لو لگا کہاں کی دُنیا
باقی باقی ہے فانی فانی

(۶۳)

فانی تمہیں کہتے ہیں فنا کو ڈھونڈھو
کیوں زیست پر مرتے ہو قضا کو ڈھونڈھو
سرگرمیٔ جُستجوئے دُنیا ہے عبث
ڈھونڈھو تو فقط اپنے خدا کو ڈھونڈھو

(۶۴)

کیوں منع کروں قصر بنانے کے لئے
تیرا نہیں وہ تو ہے زمانے کے لئے
ہاں فکر لحد کی لازمی ہے قدسیؔ
آئی ہے بدن میں جان جانے کے لئے

٦٥

دل میں روشن چراغِ ایماں کر لو
عقبیٰ کے لئے بھی کوئی ساماں کر لو
گنتی کے ہیں زندگی کے دن دنیا میں
جتنا جینا ہو زیست آساں کر لو

٦٦

اے خاک نشیں! بلند و بالا ہو جا
پستی سے نکل فلک کا تارا ہو جا
دُنیا کا اسیر ہو کے کیا پائے گا
ہو جا ہو جا فقط خدا کا ہو جا

(٦٧)

دنیا کو وہ نازنیں دیکھا مَیں نے
ایسا نہ کوئی حسیں دیکھا مَیں نے
سیمیں ہے بدن مگر ہے شعلہ افگن
اس برف کو آتشیں دیکھا مَیں نے

(٦٨)

سَو حُسن دکھا رہی ہے دنیا سب کو
مشتاق بنا رہی ہے دنیا سب کو
عقبیٰ کا خیال بھی نہ آئے قدسیؔ
وہ کام سکھا رہی ہے دنیا سب کو

٦٩

دُنیا مِری نظروں سے گرادے یا رب
دیوانہ حقیقت کا بنا دے یا رب
ہر سمت ترا جلوۂ یکتا دیکھوں
آنکھوں سے حجابات اُٹھا دے یا رب

٧٠

کِس کام کی آہِ سرد توبہ توبہ
دِل اور رہین درد توبہ توبہ
دُنیا کی ہوس کا میل کیسا غافل
عورت کا مُرید مرد توبہ توبہ

۷۱

ہر ایک کو دُنیا میں ہے دُنیا کی تلاش
یا اس سے ذرا ہٹ کے ہے عقبیٰ کی تلاش
لیکن مری فِطرت کو ہمیشہ قدسیؔ
ہے خوبیِ احساس تمنا کی تلاش

۷۲

میں صَید نہیں فِطرتِ انسانی کا
پابند نہیں خواہشِ نفسانی کا
کافی ہے فقیری کی چٹائی قدسیؔ
طالب نہیں اورنگِ سلیمانی کا

۷۳

راحت مِری رُوح کی گرانجانی ہے
سرمایۂ دل بے سرو سامانی ہے
قدسیؔ جسے بوریا سمجھتے ہیں سب
دراصل وہی تختِ سلیمانی ہے

۷۴

بے تاب کو تاب کون دے گا قدسیؔ
لب تشنہ کو آب کون دے گا قدسیؔ
اللہ کو بس پکارتا جا دل میں
رستے میں جواب کون دے گا قدسیؔ

۷۵

تسکینِ دِلِ حزیں عطا کر مجکو
تصویر کوئی حسین عطا کر مجکو
ویران پڑی ہوئی ہے جاں کی بستی
خالی ہے مکاں مکیں عطا کر مجکو

۷۶

پردہ رُخ زیبا سے اُٹھا دو اب تو
بیتاب ہوں صورت ہی دکھا دو اب تو
بے نور نظر آتا ہے ویرانۂ دِل
تسکین کی تدبیر بتا دو اب تو

۷۷

بننے کو تو فقر کے بنے دعوے دار
لیکن ہے گداگری میں کچھ شرم نہ عار
اللہ سے جو مانگئے مِل جاتا ہے
پھر غیر کے در پہ کیوں کھڑے ہوں بیکار

۷۸

صوُفی کا یہ انجذابِ ہُو حق بے سُود
مُلّا کا طریقِ کارِ بق بق بے سُود
کچھ اور ہیں معرفت کی باتیں قدسیؔ
یہ بحث فلاسفہ و منطِق بے سُود

(۷۹)

فِطرت ہی کا نام دوسرا ہے تقدیر
قِسمت کو سمجھ مگر مآلِ تدبیر
قانون بدل جائے یہ ممکن ہی نہیں
تنظیمِ جہاں ہے اِک مسلسل زنجیر

(۸۰)

تقدیر نے کی نہ پاسبانی میری
برباد ہُوا ، مِٹی جوانی میری
دنیا میں ہوا کہیں نہ چرچا میرا
میں نے نہ سُنی کہیں کہانی میری

۸۱

ہر چیز کو بیگانہ ہی بن کر دیکھا
دیکھا جسے دیوانہ ہی بن کر دیکھا
عالم کو مگر ہم نے نہ دیکھا قدسیؔ
افسانہ کو افسانہ ہی بن کر دیکھا

۸۲

یہ دامنِ تر یہ پُر گناہی کیسی
یہ داغ ہی داغ یہ تباہی کیسی
رو رو کے اِسے سفید کردے قدسیؔ
یہ آنکھ میں پتلی کی سیاہی کیسی

۸۳

پھر دل میں غبار و جوشِ مستی اُٹھا
پھر ذوقِ نشاط و مَے پرستی اُٹھا
تھا میرا ہی منتظر زمانہ قدسیؔ
مَیں کیا اُٹھا جہانِ ہستی اُٹھا

۸۴

گلشن میں کھلے ہیں پھول دامن بھر لو
موسم ہے بہار کا بہاریں لُوٹو
کانٹوں میں کہیں اُلجھ نہ جانا قدسیؔ
داماں کو بچا بچا کے چلنا سیکھو

۸۵

دورِ گل و موسمِ جوانی آیا
روزِ خوش و رنگِ شادمانی آیا
مُژدہ باد اے چمن کے رہنے والو
ہنگامِ بہار و گلفشانی آیا

۸۶

دو روز کا فصلِ گُل کو مہماں دیکھا
کچھ دیر عَنادل کو غزل خواں دیکھا
پایا تو خزاں کا دَور دَورہ گلچیں!
دیکھا دیکھا ترا گلستاں دیکھا

(۸۷)

اے دل طلبِ نشاط فانی کب تک
ہنگامۂ عہدِ شادمانی کب تک
تا چند خرابِ شوقِ کیف و نغمہ
یعنی یہ فریبِ نوجوانی کب تک

(۸۸)

اب دل میں کہا وہ گرمجوشی کے مزے
ہُو کا عَالم ہے اور خموشی کے مزے
کُنجِ عُزلت ہے اور یادِ مولیٰ
مَیں ہوں اور میری جانفروشی کے مزے

(۸۹)

ہر روز نیا سُنا فسانہ تم نے
دیکھا بَدلا ہوا زمانہ تم نے
پھر بھی رہیں بند ہی تمہاری آنکھیں
خود ہی اپنا کیا نشانہ تم نے

(۹۰)

آپس میں بھی رشتۂ اخوت توڑا
بَندے ہیں مگر خدا سے مُنہ بھی موڑا
یہ شوق تباہیوں کا توبہ توبہ
اپنی قِسمت کو اپنے ہاتھوں پھوڑا

۹۰

غافِل کو نہیں فکرِ ننگ و ناموس
غفلت نے بنا دیا ہوس کا جاسوس
ذلّت میں پڑے ہوئے ہیں اہلِ دنیا
احساس ہی جب نہین تو کیا ہو محسوس

۹۲

کیسی ہے یہ پُر فریب سازش توبہ
دنیا میں سکون کی ہے خواہش توبہ
مصروف ہیں اپنے اپنے کاموں میں سب
تم کو تو جمود کی ہے کاوِش توبہ

(۹۳)

موہوم و عبث نہیں نظامِ دنیا
حکمت سے بھرا ہوا ہے کامِ دنیا
آنکھیں ہیں تو دیکھ ہر طرف جی بھر کے
مصروفِ عمل ہے خاص و عامِ دنیا

(۹۴)

ہو نامِ خدا جواں اکڑنا سیکھو
سایہ سے بھی اپنے آپ لڑنا سیکھو
ہے کام کا وقت کچھ دکھاؤ کر کے
سُستی نہ کرو ذرا بگڑنا سیکھو

(۹۵)

جینا ہے تو مرد بن کے دنیا میں رہو
اور چھائی ہے بُزدلی تو مر ہی جاؤ
یہ کیا کہ دَبے جاتے ہو ہر دُشمن سے
بازو کا بھی زور کچھ دکھاؤ لوگو

(۹۶)

گو تیرِ حوادث کا نشانہ ہو تم
پھر بھی مخلوق میں یگانہ ہو تم
کردار سے بد ترین حالت ہی سہی
کہتا ہوں کہ یکتائے زمانہ ہو تم

۹۷

ہو جوش نہ مِلّی تو مسلماں کیسا
اخلاص نہ ہو دل میں تو ایماں کیسا
جو خود کو نہ پہچانے وہ انساں کب ہے
ہو پھول نہ جس میں وہ گلستاں کیسا

۹۸

اللہ کا نام لے مسلماں ہو جا
ظُلمت سے نکل کے نور ساماں ہو جا
ہاں جوڑ لے ٹوٹا ہو رشتہ پھر سے
اے عقل فروش! اب بھی انساں ہو جا

۹۹

بے جدّ و جہد تیرا جِینا کیسا
بے نورِ نگاہ دیدہ بِینا کیسا
امروز کی فکر ہے نہ فِکرِ فردا
بے کیف شرابِ ناب پِینا کیسا

۱۰۰

شیطان سے جو بھی ربط کر لیتا ہے
وہ اپنے حواس خبط کر لیتا ہے
ہاں، جس کو مِلی ہے حق سے دانشمندی
تدبیر سے خود کو ضبط کر لیتا ہے

۱۰۱

راہوں سے خبردار نہ منزل آگاہ
طوفان کے دامن میں ہو جیسے پرِ کاہ
ہے قوم کے ہر فرد کا قدسیؔ یہ حال
پھر کیسے کوئی پائے کہیں جائے پناہ

۱۰۲

اقوام و ملل ہوں متحد، ہے اک خواب
اسلام سے وصلِ کفر، آتش در آب
نور و ظلمت ملیں یہ ناممکن ہے
پامال زمیں کہاں، کہاں ہے مہتاب

(۱۰۳)

وہ دل کہ ہے دنیا کی محبت اُس میں
گھر کر گئی حرصِ مال و دولت اُس میں
کیا کام میں آئے وہ کسی کے قدسیؔ
ہمّت ہی نہ اُس میں ہے نہ طاقت اُس میں

(۱۰۴)

مسجد کے نہ قابل ہیں نہ وہ منبر کے
جو آپ بھکاری ہیں زمانہ بھر کے
سادہ لوحوں کو کر رہے ہیں گمراہ
اور دعویٰ اتّباعِ سُنّت کر کے

(۱۰۵)

اِک عمر فریب اہلِ تقویٰ کھایا
اچّھے کے لباس میں نہ اچّھا دیکھا
دُنیا میں نہیں کسی کا کوئی قدسیؔ
جس کو پایا غرض کا بَندا پایا

(۱۰۶)

دُنیا کے ہر اک رنگ میں دھوکا نِکلا
سمجھے تھے جسے پُھول وہ کانٹا نِکلا
جانا جسے پارسا بظاہر میں نے
جب کام پڑا رِیا کا پُتلا نِکلا

(۱۰۷)

رہبر ہیں اسیرِ خود نُمائی توبہ
غیرت ہے نہ پاسِ حق شناسی توبہ
تہذیب جدید کی پرستاری ہے
آئینِ قدیم سے ہیں عاری توبہ

(۱۰۸)

سوتے ہوئے فِتنوں کو جگا دیتے ہیں
جاگی ہوئی قِسمت کو سُلا دیتے ہیں
معکوس ترقی میں ہوئے ہیں مشّاق
بنتے ہوئے کاموں کو مٹا دیتے ہیں

(۱۰۹)

جو لوگ منافق ہیں مسلمان نہیں
حیوان ہیں حیوان ہیں انسان نہیں
دُنیا میں وجود ان کا رہیگا جب تک
آپس کی مواخات کا امکان نہیں

(۱۱۰)

صیّاد! یہ ظلم جی بہلنے کے لئے
آتی ہے بُری گھڑی نہ ٹلنے کے لئے
بنیاد میں جس شاخ کی صیّادی ہے
وہ شاخ نہیں پھولنے پھلنے کے لئے

(۱۱۱)

تو جائے گا کس مُنہ سے سوئے ربِّ قدیر
سر تیرا جھکا مگر سرِ تُربتِ پیر
کیا کھو گئی ہے عقل تیری مُلحد
اللہ کو چھوڑ کر ہوا ہے دِلگیر

(۱۱۲)

غرقی کے سِوا نہیں ہے مِلک و اموال
پھر بھی وہ بنے ہوئے غوث و ابدال
مُستغنی دین و فارِغ دُنیا ھَیں
ہاتھوں میں ولایت کا لئے اندر جال

۱۱۳

قیصر نہ بنے کوئی نہ فغفور بنے
کیوں ہیچ مسرّتوں پہ مغرور بنے
تم کام کی زندگی اِسی کو سمجھو
روزی یہی اچھی ہے کہ مزدور بنے

۱۱۴

دامن میں جو عیبوں کو چُھپا لیتے ہیں
سو نیکیاں وہ مفت کما لیتے ہیں
یہ کام بڑی ہمّت و جرأت کا ہے
انسان ہی یہ بار اُٹھا لیتے ہیں

(۱۱۵)

ہر لفظ میں نغماتِ جوانی توبہ
پھر اُس پہ محبت کی کہانی توبہ
ہر شِعر پہ دِل مَست ہوئے جاتے ہیں
توبہ مِری رنگین بیَانی توبہ

١١٦

پُرکن زِ شرابِ عِشق پیمانۂ دل
از حُسن بخواہ زیبِ ویرانۂ دل
وز مکر و فریبِ نفس شیطاں بگذر
تا پاک شود زِ تیرگی خانۂ دل

۱۱۷

در میکده چنداں کہ فروغ است بسے
آزردہ شود او کہ نہ بیند نَفَسے
ہرگز نہ رسد بدست جامے و سبو
تا دست گسے بدست گیرد نہ گسے

۱۱۸

من بندۂ یک حُسنِ حقیقی ہستم
دُور از ہمہ آفات مجازی ہستم
محبوب بہ دل جلوہ طراز است مدام
از وَسوسۂ رقیب خالی ہستم

(۱۱۹)

اے از ہمہ بیزار و شناسا از دل
اے با خبرے زکارواں و منزل
از بانگِ جرس ترا چہ کارے و چہ سود
رَو رَوکہ بدستِ تست حلِّ مشکل

(۱۲۰)

داغِ غمِ عِشق ہمچو ماہے دارم
تاریکیٔ شب چو صبحگاہے دارم
یابم ہمہ آفاق و نیابم چیزے
درویشم و دل چو بادشاہے دارم

(۱۲۱)

گویم کہ بہ خواب صد تماشا دیدم
رنگِ چمن و بہار گلہا دیدم
لیکن بہ دلِ آئینہ ساماں قدسیؔ
ہر آنکہ نہ دیدہ بود پیدا دیدم

(۱۲۲)

موجود و وجود را نہ دانند ہمہ
امکان و وجوب را نہ فہمند ہمہ
اطلاق و تقیدات را کہ نا مند
تا آنکہ بذاتِ خود نہ بینند ہمہ

(۱۲۳)

آنم کہ تمام دہر را می بینم
لیکن نہ شناسم کہ کجا می بینم
اے روشنیٔ چشمِ حقیقت آگیں
چیزے کہ نہ دیدہ ام چرا می بینم

(۱۲۴)

کوہِ ہستم مگر بہ کس بارے نیست
آنم کہ مرا بہ دہر غم خوارے نیست
این مسند فقر جَلوہ افروز زمن
با دولت و مال و زر سروکارے نیست

(۱۲۵)

ہر چند کہ حرفہا گرفتند ہمہ
حقّا کہ معانیم نہ فہمند ہمہ
ذوقے کہ نہفتہ بود در خاطر ہا
افسانۂ من ازاں شنیدند ہمہ

(۱۲۶)

در عِشق ہزار بدگمانی دیدم
ناکامیِ دل بہ کامرانی دیدم
ہر آئینہ از وصل فراقے خوشتر
صد گونہ الم بہ شادمانی دیدم

(۱۲۷)

از زیست بہ مرگ آرمیدن اولیٰ
از وادیِ پُر فضا رمیدن اولیٰ
در دیدۂ ظاہری چہ آید قدسیؔ
از دیدنِ یک دمے نہ دیدن اولیٰ

(۱۲۸)

بینی کہ بہ فکرِ روزگارند ہمہ
با خواہشِ نَفس بد شعارند ہمہ
پردہ زجبینِ کار چوں بردارند
معلوم بُوَد کہ درچہ کارند ہمہ

(۱۲۹)

نازند شہاں بہ مایۂ تخت و کلاہ
مغرور شدہ بہ سایۂ فوج و سپاہ
اِلَّا چیزے نیافتند از دُنیَا
جُز گور کہ ہست بہرِ شاں جائے پناہ

(۱۳۰)

آنانکہ اسیرِ حرص چوں حیوان اند
در فکر طلا و نقرہ بس حیران اند
ہر چند نیافتند چیزے از دہر
لیکن ہمہ روز و شب ہماں خواہان اند

۱۳۱

از بسکہ توکّل اس پیرایۂ من
بے برگی و بے نوائی سرمایۂ من
جُز من بہ قرینِ من نہ باشد چیزے
ہمسایۂ من بود ہمیں سایۂ من

۱۳۲

از دیدہ نہاں جلوۂ جاناں تا کے
قلبِ مغموم و چشمِ گریاں تا کے
چوں صبحِ وطن بہ بیں جمالش قدسیؔ
پیشِ نظرت شامِ غریباں تا کے

(۱۳۳)

نازند کساں بہ ہاؤ ہوئے پیہم
نازند کساں بہ گریہ ہائے شبِ غم
آنم کہ جہانِ عشق از من آباد
نازم کہ طوافِ حسنِ کامل کردم

(۱۳۴)

صوفی زمقام و حال وابستہ تر
مُلّا از قیل وقال وابستہ تر
آنم کہ زحال و قال گشتہ بیزار
ہستم بہ خیالِ خال وابستہ تر

۱۳۵

تا کَے بہ چمن بہار دیدن بس بس

تا کَے گلِ رنگ رنگ چیدن بس بس

ایں چیست کہ ہر بہار تکیہ کردی

تو آمدۂ برائے رفتن بس بس

۱۳۶

ایں ذوقِ وصالِ یار آخر تا کَے

ویں شوقِ نشاطِ کار آخر تا کَے

بینی کہ خزاں رسیدہ باشد روزے

قدسؔی بہ چمنِ بہار آخر تا کَے

(۱۳۷)

ہر ذرّہ بہ وسعتے بیابانے ہست
ہر گل بہ لطافتے گلستانے ہست
در دیدۂ مردمانِ اہلِ بینش
ہر قطرہ بہ جوشِ گریہ طوفانے ہست

(۱۳۸)

کیا خوب رُباعیاں یہ برجَستہ ہیں
موضوع لطیف و سِرِ سَر بستہ ہیں
خوشبو سے مہک رہی ہے بزمِ شعرا
دلکش ہیں نظر فریب گلدستہ ہیں

کلامِ قدسیؔ

سَیّد افتخار حسین ناطقؔ

ناشر

مکتبہ قدسی

اے-ایم نمبر ۵، فریر روڈ۔ کراچی نمبر ۱